طبیب دل تلاش کرو

بیان

حضرت امیر اکرم اعوان مدظلہ العالی

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ دارالعرفان منارہ ضلع چکوال

دل کا طبیب تلاش کرو

بسم اللہ الرحمن الرحیم وذاکر ربک فی نفسک تضرعا ودون الجھر من القول بالغدو والاصال والاتکن من الغفلین۔

نواں پارہ سورۃ الاعراف کی آخری آیات ہیں۔ ارشادِ ربّانی تعالیٰ ہے واذکر ربک فی نفسک۔ اپنے پروردگار کو' اپنے پیدا کرنے والے کو' روزی دینے والے کو' تمام نعمتیں عطا کرنے والے کو' یاد کرتے رہو۔ فی نفسک دل ہی دل میں۔ اللہ اور بندے کے تعلق کا معاملہ عجیب ہے وہ ہر جگہ موجود ہے۔ ہر شے سے آگاہ ہے جو کچھ ہو چکا اُس کے علم میں ہے جو ہو رہا ہے وہ جانتا ہے جو آئندہ ہو گا وہ جانتا ہے۔ اُس کے علم میں ہے آدمی کیا سوچتا ہے؟ کیا کرتا ہے؟ اُس کا کردار کیا ہے؟ اُس کے افکار کیا ہیں؟ یہ سب کچھ ربّ کریم کے علم میں ہے۔ انسانی وجود کا ایک ایک ذرہ کیا کر رہا ہے اور آگے کیا کرے گا؟ یہ سب کچھ وہ جانتا ہے کوئی چیز اُس کی ذات سے پوشیدہ نہیں لیکن بندہ اس قدر مجبور اور اس قدر بے بس ہے کہ وہ خود اللہ کو بھی نہیں جانتا۔ بندے کیلئے سب سے بڑا غیب اللہ کی ذات ہے اور یہ بڑی آسانی سے جو ہم کہہ دیتے ہیں لا الہ الا اللہ یہ اتنا آسان نہ تھا جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مبعوث نہ ہوئے۔ یہ ضروری نہیں کہ سارے لوگ اللہ سے بیزار تھے۔

بعثت عالی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ایسے لوگ بھی تھے جو اللہ کو جاننا چاہتے تھے۔ اللہ کی تلاش میں تھے اور تاریخ میں ایسے لوگ بھی ملتے ہیں جنہوں نے جہاں تک بس چلا دنیا میں پھر کر دیکھا کہ کوئی ہمیں اللہ کی راہ بتائے۔ اللہ کی ذات کے بارے' اللہ کی صفات کے بارے' بتائے اللہ کیسا ہے؟ اللہ کون ہے؟ اللہ کہاں ہے؟

لیکن عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کئی صدیاں جو گزریں اُسے عہدِ نفرت کہا جاتا ہے جو تاریکی کا دور تھا جس میں کسی کو ذاتِ باری تعالیٰ کے بارے کوئی علم نہیں تھا اور ایسے لوگ جو کائنات کو دیکھ کر اندازہ کرتے تھے کہ اس کو بنانے والا اس کو چلانے والا کوئی ہے۔ یہ اتنا بڑا کارخانہ اتفاقاً نہیں چل رہا جن لوگوں کو اللہ نے شعور بخشا تھا وہ سورج کے طلوع و غروب' ہواؤں کے چلنے' بادلوں اور بارشوں کے آنے جانے' دن رات کے بدلنے' موسموں کے تغیر و تبدل' چیزوں کے پیدا ہونے فنا ہونے' کی ایک خاص ترتیب کو کون قائم رکھتا ہے؟ کتنی بے شمار جڑی بوٹیاں اپنے موسم میں اُگتی ہیں۔ اُن پہ بیج لگتے ہیں پھر وہ خشک ہو کر مٹی میں مل جاتی ہیں پھر جب تک اُس کا اپنا موسم نہیں آتا تب تک اُس مٹی میں وہ بیج محفوظ رہتا ہے۔ اُس پر بارشیں بھی ہوتی رہتی ہیں سب کچھ ہوتا رہتا ہے نہیں اُگتا لیکن جب اُس کا وقت آتا ہے وہی بیج جو مٹی میں پڑا تھا پھر اُگ پڑتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ سب کچھ اپنے آپ نہیں ہوتا۔ اُس بیج کو کسی نے محفوظ رکھا۔ اُس وقت تک اُس کی حفاظت کی' اُس وقت پر اُسے اُگا دیا' وہ کون ہے؟ ایسی طاقت جو ہر چیز کا دھیان رکھے ہوئے ہے ہر چیز پہ قادر ہے۔ ایک سانس کے ساتھ دنیا میں اتنی تبدیلیاں ہوتی ہیں کہ انسان شمار نہیں کر سکتا جتنے وقت میں ہم ایک سانس لیتے ہیں' کروڑوں انسان مرجاتے ہیں۔ کروڑوں چیزیں مرجاتی ہیں۔ جانور مرجاتے ہیں۔ درخت گر جاتے ہیں۔ سبزے خشک ہو جاتے ہیں۔ پانی خشک ہو جاتے ہیں

اور ایک سانس لینے میں کروڑوں جگہ پہ کہیں بارش ہو رہی ہے‘ کہیں بادل ہو رہا ہے‘ کہیں سبزہ اُگ رہا ہے‘ کہیں انسان پیدا ہو رہے ہیں‘ کہیں جانور پیدا ہو رہے ہیں‘ کوئی اُن آنے والے‘ جانے والوں کی گنتی شمار نہیں کر سکتا کہ ایک لمحے میں کتنی تبدیلی ہوتی ہے پھر اُس میں کہیں رکاوٹ نہیں آتی‘ کہیں خرابی پیدا نہیں ہوتی‘ کوئی ایسی تبدیلی نہیں آتی جو غلط نظر آئے تو یہ سب کچھ از خود نہیں ہو رہا کوئی اس کا کرنے والا ہے۔ وہ کون ہے؟ وہ کہاں ہے؟ وہ کیسا ہے؟

مکہ مکرمہ کے رہنے والے ایک شخص تھے جن کا نام زید بن عمرو بن نفیل تھا۔ بہت سے ناموں کے ساتھ تاریخ میں اُن کا نام بڑا جلی حروف میں ملتا ہے کہ انہوں نے جہاں تک وہ چل سکے دور دراز شہروں میں‘ دور دراز گرجوں میں‘ چرچوں میں‘ یہودیوں کی عبادت گاہوں میں‘ اُس کے علماء سے حقیقت جاننا چاہی اور ساری عمر پیدل سفر میں گزار دی لیکن انھیں بتایا یہی گیا کہ ہمارے پاس حکایات ہیں حقیقت نہیں ہے۔ حقیقت گم ہو چکی ہے۔ ہمارے پاس تو حکایات ہیں۔ اُن کو لے کر مذہب بنا کر ہم بیٹھے ہیں پھر وہ بیت اللہ کے سامنے بیٹھ کر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

رب واحد ام الف رب

ادین اذا تقمته الامور

کہ رب اس کارگاہ کو بنانے اور چلانے والا کوئی ایک ہے۔ ایک سے زیادہ ہوتے تو کبھی اُن میں اختلاف آتا‘ کبھی کوئی جھگڑا ہوتا‘ کبھی کسی چیز میں کہیں کوئی خرابی پیدا ہوتی‘ یہ جو آپ نے ہزاروں ربّ بنا رکھے ہیں اور ہزاروں بت پوج رہے ہو یہ فضول بات ہے۔ ربّ ایک ہی ہو سکتا ہے۔ ہزاروں ربّ نہیں ہو سکتے جب کئی ربّ ہوں گے تو پھر ہر ایک کا اپنا مشورہ‘ اپنی صلاح‘ اپنی رائے ہو گی اور خدا جانے وہ کیا کرنے چاہے دوسرا کیا کرنا چاہے؟ یہ ایک ہی ہستی ہے وہ جو چاہتی ہے کر

رہی ہے اور یہ جو تم نے ہزاروں رب بنا رکھے ہیں یہ غلط بات ہے۔ یہ کوئی دین نہیں کہ جب کام بانٹ دیئے جائیں کہ جی یہ اولاد دیتا ہے' یہ روزی دیتا ہے' وہ بارش برساتا ہے' یہ صحت دیتا ہے' بندہ ایک ہے اور اُس پر کام کرنے والے تم نے ہزاروں بنا رکھے ہیں اور اُس کے سارے امور تقسیم کر دیئے ہیں۔ ادین اذا تقسمتہ الامور۔ جب کام بانٹ دیئے جائیں تو یہ دین نہیں ہے یہ تو تم نے کوئی لمیٹڈ فرم بنالی۔ ترکت لات والعزی جمیعا اُس نے کہا میں لات عزیٰ اور تمام بتوں کو چھوڑتا ہوں۔ کذالک یفعلُ الرجلُ البصیرُ۔ اور جس بندے کو اللہ نے بصارت دی' بصیرت دی' دل کی آنکھیں دیں' وہ ایسا ہی کرے گا پھر وہ روتے تھے اور مٹی ہاتھ پہ اُٹھا کر اُس پہ پیشانی رکھ دیتے اور کہتے۔ مَیں جانتا ہوں تُو ہے مجھے یہ نہیں پتہ تُو کہاں ہے؟ کیسا ہے؟ تیری عبادت کا کیا طریقہ ہے؟ کس بات پہ تُو راضی ہے' تو میری یہی عبادت تو قبول فرمالے میں تیرے لیے سجدہ کرتا ہوں۔ مولانا حالی نے کہا۔

جو نکتہ وروں سے حل نہ ہوا اور فلسفیوں سے کُھل نہ سکا
وہ راز اِک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

یہ اعزاز آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے کہ انہوں نے ایک جملے میں ذاتِ باری کا تعارف کرا دیا۔ لا الہ الا اللہ ایک چھوٹے سے جملے میں ہر فرد و بشر تک یہ بات پہنچا دی کہ اللہ ہے اور اُس جیسا کوئی نہیں ہے۔ وہ ایسا ہے کہ وہ عبادت کا مستحق ہے کہ اُس کی عبادت کی جائے اور کوئی ایسا نہیں جس کو پوجا جائے جس کی عبادت کی جائے اور یہ بات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتائی۔ حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے رسول ہیں اب یہ خبر ہم تک پہنچی کہ اللہ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتادی ہم نے یقین کر لیا لیکن ہمارا دل کیسے مانے کہ وہ ہے۔ دل دیکھی ہوئی چیزوں کو مانتا ہے۔

سورج نکلا ہوا ہے آنکھوں نے دیکھا دماغ نے بتایا سورج ہے۔ دل مانتا ہے' سورج ہے۔ جس کی آنکھیں نہیں ہیں اُس کو بھی دھوپ کی تمازت بتادیتی ہے کہ دن نکلا ہوا ہے کوئی نہ کوئی چیز یا اُسے محسوس کرلیتا ہے یا کوئی دوسرا کسی اندھے کو بتادیتا ہے کہ بھئی اب دن چڑھ آیا ہے۔ اُسے یقین ہو جاتا ہے کہ اس کی تو آنکھیں ہیں اس کا مطلب ہے دن ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جن لوگوں کو براہِ راست بتایا اُن کا عالم یہی تھا کہ انھیں اور کسی دلیل کی ضرورت باقی نہ رہی اور اُن کا دل یقین کر گیا کہ اللہ ہے لیکن سارے لوگوں نے تو وہ زمانہ نہیں پایا اور نبوت تو حضورِ اکرم ﷺ کی قیامِ قیامت تک ہی ہے اور رہے گی یہ جو دنیا بعد میں آرہی ہے یہ کیا کرے؟ ہم تک تو آقا نامدار ﷺ کا چودہ سو سال بعد پیغام پہنچا۔ کتنے لوگوں سے ہو کر گزرا' کتنی نسلوں سے ہو کر گزرا' تو ہمارا دل' ہمارا باطن' ہمارا ضمیر' کیسے مانے کہ اللہ ہے جب اللہ کی کوئی مثال نہیں ہے۔ اللہ کا کوئی رنگ نہیں ہے۔ کوئی حلیہ نہیں ہے۔ نہ دیکھ سکتے ہیں' نہ چھو سکتے ہیں' نہ کوئی مثال بتاسکتے ہیں' تو کیسے مانیں؟ اُس کا طریقہ قرآن کریم نے بتایا کہ بندے اور اللہ کا رشتہ ہے کہ بندہ اللہ کا نام لیتا رہے۔ دل ہی دل میں اُس کی یاد کو بسائے رکھے تو وہ ایسا کریم ہے اُس کے نام میں ایسی برکت ہے کہ پھر اُس کے جمال کی' اُس کے حُسن کی' اُس کی ذات کی' تجلیات دل پہ وارد ہونے لگتی ہیں اور آنکھیں دیکھیں یا نہ دیکھیں۔ دل مان اُٹھتا ہے کہ میرا اللہ ہے۔ آنکھوں کو نظر آئے یا نہ آئے دماغ کو اس بات کی سمجھ آئے یا نہ آئے' دل مان اُٹھتا ہے کہ میرا اللہ ہے اُس کا نسخہ یہاں بتایا۔ واذکر ربک فی نفسک۔ اپنے دل میں اپنے پروردگار کو یاد کرتا رہ۔

تضرعًا نہایت عاجزی سے وہ کتنا عظیم ہے۔ کتنی بڑی کارگاہِ حیات کا خالق و

مالک ہے' ازلی و ابدی ہے۔ میں ایک عارضی مخلوق ہوں۔ میرے پاس وقتی لمحاتی زندگی ہے۔ عاجز و محتاج ہوں۔ اُس کی عظمت کو سامنے رکھ کے نہایت تضرع سے' نہایت عاجزی سے' وخیفتہ اور اُس کی ناراضگی سے ڈرتا رہوں۔ وہ ایسی ہستی ہے کہ اُسے ناراض نہیں کرنا چاہیئے۔ ایسا کچھ نہ ہو جائے جس سے وہ مجھ سے خفا ہو جائے ودون الجھر۔ کھپ ڈالنے کی بھی ضرورت نہیں' شور مچانے کی ضرورت بھی نہیں' آواز بلند کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ وڈون الجھر من القول۔ نہایت خاموشی اور پست آواز کے ساتھ۔

بالغدو والاصال۔ کتنی دفعہ یاد کروں بارِ الٰہا ہزار مرتبہ' پانچ ہزار مرتبہ' ایک لاکھ مرتبہ فرمایا نہیں رات دن صبح و شام ہروقت' ہر لمحہ' دن ہو یا رات کھڑے ہو یا بیٹھے الذین یذکرون اللہ قیاما و قعوداً و علی جنوبھم۔ وہ لوگ جو کھڑے ہوئے اللہ اللہ کر رہے ہوتے ہیں۔ بیٹھے ہوئے اللہ اللہ کر رہے ہوتے ہیں۔ لیٹے ہوئے اللہ اللہ کر رہے ہوتے ہیں جب بھی ہوش ساتھ دے اللہ کو یاد کرتا رہ۔ پھر دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ واذکر ربک اذنسیت۔ کسی کام میں لگ گئے' کسی بات میں لگ گئے' بات بھول گئی جب یاد آجائے پھر اللہ اللہ کرنا شروع کردے۔ اللہ کا ذکر شروع کردے اور فرمایا:

ولا تکن من الغفلین۔ اور غافلوں میں شامل مت ہونا۔ ذکرِ الٰہی میں غفلت نہ کی جائے۔ غفلت کی کوئی معیاد نہیں بتائی کی دو دن غافل نہ رہنا' ایک دن غافل نہ رہنا' یا ایک سال غافل نہ رہنا' مطلق غفلت سے منع فرمایا کہ کبھی غافل مت ہونا اور یہ جو مطلق غفلت ہے یہ ایک لمحے کی بھی ہو سکتی ہے۔ چند منٹ کی بھی ہو سکتی ہے۔ فرمایا وہ بھی تیرے حق میں صحیح نہیں ہے۔ ہر وقت' ہر لمحہ' ہر آن' اپنے دل ہی دل میں اپنے پروردگار کی یاد کو زندہ رکھ۔ قرآنِ حکیم کا ایک اصول ہے۔ لا

یکلف اللّٰہ نفسًا الا وسعھا۔ جس کام کی جس بندے میں طاقت نہیں یا جو کام بندہ کر نہیں سکتا اُس کا اُسے مکلف ہی نہیں ٹھہرایا گیا۔ ایک بندہ کھڑا ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا وہ کھڑا ہو کر پڑھنے کا مکلف ہی نہیں۔ حالانکہ نماز کا قیام فرض ہے لیکن وہ کھڑا نہیں ہو سکتا تو وہ فرض اُس سے ساقط ہے۔ بیٹھ کے پڑھے۔ ایک بندہ بیٹھ بھی نہیں سکتا وہ لیٹ کر اشارے سے پڑھ لے۔ اُس پہ وہ بھی ساقط ہے یعنی جو کام کر نہیں سکتا اُس کا وہ مکلف نہیں ہے۔ اب اگر بندہ ذکر دوام کر نہیں سکتا۔ ذکر دوام کا اُس کو حکم کیوں دیا جاتا اگر یہ ممکن نہ ہوتا کہ بندے کے دل میں ہر وقت اللہ کا نام گونجتا رہے تو پھر اس کا حکم کیوں دیا جاتا؟ اگر حکم دیا جا رہا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ یہ بندے کے بس میں ہے کیسے بس میں ہے۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا عہد زریں جن خوش نصیبوں نے پایا تو نگاہِ عالی کی ایک برکت تھی کسی کی نگاہ محمد رسول اللہ ﷺ کے وجود عالی پر پڑ گئی یا آپ ﷺ کی نگاہ اُس کے وجود پر پڑ گئی ایک نظر کی بات تھی فرمایا:

ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللّٰہ۔ جسے ایمان نصیب ہوا اور اُس نے محمد رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیا یا آپ ﷺ نے اُس بندے کو دیکھ لیا تو اس ایک نگاہ کی بات تھی وہ کسی نے کہا تھا:

من سی پارہ دل می فروشم
بگفتہ قیمتش گفتم نگاہے

(مَیں اپنے دل کے ٹکڑے بیچنا چاہتا ہوں۔)

کسی نے پوچھا کیا لو گے۔ دل کے ٹکڑوں کی قیمت کیا ہے؟ جب بیچ رہے ہو گفتم نگاہے میں نے کہا ایک نگاہ۔ ایک نظر میں سب لٹا دوں گا۔ بگفتہ کم تراست۔ اُس نے کہا سودا اس طرح نہیں ہوتا کہ جو تم مانگو وہ مل جائے تم نے قیمت مانگ لی

اب اس سے کتنی رعایت کرو گے کم بھی کرو گے۔ بگفتہ کم تراست۔ اس سے کم کتنی کرو گے۔ گفتم کہ گاہے۔ اُس نے کہا یار زندگی میں کبھی اِک نگاہ سہی۔ ایک نگاہ کی بات ہے کبھی زندگی میں ایک نگاہ سہی۔ یہ نگاہ تھی محمد رسول اللہ ﷺ کی کہ زندگی میں کسی کو اک نگاہ نصیب ہو گئی تو اللہ خبر دیتے ہیں۔

ثم تلین جلودھم وقلوبھم الٰی ذکر اللّٰہ۔ کھال سے لے کر نہاں خانہ دل تک نہ صرف اُن کا دل ذاکر ہو گیا بلکہ وجود کا ہر ذرہ ذاکر ہو گیا۔ کھال کا ہر ذرہ' گوشت کا ہر ذرہ' رگ و ریشے کا ہر ذرہ' پٹھے ہڈیوں کا ہر ذرہ' ہڈیوں میں گودا ہے وہ دل تک' دل سے لے کر کھال تک ہر باڈی سیل جو ہے وہ ذاکر ہو گیا اور یہ کرم تو ہوا صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین پر اور جنہوں نے وہ عہد زریں نہیں پایا وہ کیا کریں؟ اُن میں سے بھی جس کسی کو صحابی کی صحبت اور ملاقات نصیب ہو گئی اُس کا وجود ذاکر ہو گیا وہ تابعی بن گیا جس کو تابعین سے صحبت نصیب ہوئی۔ وہ تبع تابعی بن گیا اور اُس کا بھی انگ انگ ذاکر ہو گیا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم۔ او کما قال رسول اللہ ﷺ کہ سب سے بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے جس میں میرا قیام ہے۔ کائنات ارضی پر جب میں یہاں سے پردہ فرما جاؤں گا تو جو میرے بعد کے لوگ ہوں گے وہ سب سے بہتر ہوں گے پھر جو اُن کے بعد لوگ آئیں گے وہ بہترین زمانہ ہے اب تبع تابعین کا دور بھی گزر گیا بعد والے کیا کریں؟ قرآن کریم محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نازل ہوا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے سنا۔ اگلوں نے کہاں سے حاصل کیا تابعین نے صحابہ سے تبع تابعین نے تابعین سے علی ہذا۔ آج ہم تک وراثت میں آرہا ہے۔ ہم نے اپنے پہلوں سے حاصل کیا ہمارے بعد میں آنے والے ہم سے حاصل کریں گے اس میں تو ارث ہے موروثی

طور پر چل رہا ہے۔ اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کر سکتا کوئی اپنی طرف سے گھٹا بڑھا نہیں سکتا۔ کوئی اس کا ایک نقطہ نہ مٹا سکتا ہے نہ بڑھا سکتا ہے۔ وراثتاً اسی طرح حدیث مبارک احکامِ شرعی اُن کی تفصیل اُن کی ترتیب قرآن نے تو کہہ دیا۔ اقیموا الصلوۃ۔ نماز قائم کرو۔ اب نماز کے اوقات کیا ہیں؟ رکعت نہیں ہیں؟ رکعتوں میں پڑھنا کیا ہے؟ قیام کیسا ہے؟ سجود کیسے ہیں؟ رکوع کیسے ہیں؟ قومہ کیا ہے؟ جلسہ کیا ہے؟ یہ تو لمبی ترتیب ہے یہ کہاں سے آئی۔ قرآن کریم نے ایک سادہ سا جملہ کہہ دیا کہ صلوۃ قائم کرو۔ اب اُس کے سارے ارکان کیسے ہیں؟ محمد رسول اللہ ﷺ نے خود اُن پر عمل کیا اور صحابہ کرام کو سکھایا اور انہوں نے اپنے سامنے عمل کرتے دیکھ کر تصدیق فرمائی تو متعین ہو گیا کہ یہ صلوٰۃ ہے روزہ رکھو اُس کے سارے ارکان۔ روزے حضور ﷺ نے رکھے اُن کے سامنے صحابہ کرام نے رکھے اور متعین ہو گیا نکاح' طلاق' خرید و فروخت غرض زندگی کا ہر کام حضور ﷺ کے سامنے متعین ہو گیا۔

سارے کا سارا دین وراثتاً صحابہ سے تابعین کو تابعین سے تبع تابعین کو حتیٰ کہ آج تک منتقل ہوتا چلا آرہا ہے آج ہمیں بھی پتہ ہے نماز کیسے پڑھنی ہے؟ روزہ کیسے رکھنا ہے؟ حج کیسے کرنا ہے؟ خرید و فروخت میں کیا جائز ہے؟ کیا ناجائز ہے کھانے پینے میں حلال حرام کیا ہے؟ یہ سب کچھ کسی کے گھر کی بات نہیں ہے وراثتاً آرہی ہے محمد رسول اللہ ﷺ سے اور یہ ہی دین ہے۔ اس میں کوئی نئی چیز داخل کرے یا اس میں سے کسی چیز کو چھوڑ دے اسے بدعت کہا جاتا ہے۔ برائی کہا جاتا ہے۔

اسی طرح یہ قلبی کیفیات اور ذکر دوام بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی عطا ہے۔ صحابہ کو ہوئی صحابہ سے تابعین کو' تبع تابعین کو' پھر جس طرح شعبے تقسیم ہو گئے کہ

کچھ لوگ محدث کہلائے انہوں نے حدیث شریف کی خدمت کی اور دوسرے لوگوں تک حدیث کو پہنچانے کا ذریعہ بنے۔ کچھ لوگ مفسر کہلائے انہوں نے تفسیر کی خدمت کی اور قرآن کریم کے معانی اور مفاہیم اگلی نسلوں تک پہنچائے، کچھ لوگ فقیہہ کہلائے اور انہوں نے شرعی مسائل فقہ آگے تک پہنچائے۔ اسی طرح کچھ لوگ ولی اللہ کہلائے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے یہ شعبہ سنبھالا کہ ذکر قلبی کیسے ہو اور کس طرح سے اُس کی کیفیت نصیب ہو اور دل کو کیسے یقین ہو اعتبار آ جائے کہ میرا اللہ ہے جس طرح فقہا کا ایک طبقہ ہے جس طرح محدثین کا ایک طبقہ ہے جس طرح مفسرین کا ایک طبقہ ہے۔ اُس طرح اولیاء اللہ کا اور صوفیا کا ایک طبقہ ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحابہ کبار سے صحابہ تابعین تبع تابعین سے لے کر آج تک وہ نور بانٹ رہے ہیں جو دلوں کو زندہ کر دیتا ہے اور دل کی زندگی حقیقی حیات ہے ہر عبادت میں خشوع و خضوع کی شرط عائد کی جاتی ہے اور خشوع و خضوع دل کا فعل ہے۔ دل اللہ کو جانتا ہی نہ ہو تو ہم لوگ جو چند سکوں کے عوض بک جاتے ہیں اور دین کے خلاف کام کر لیتے ہیں کیوں ایسا کرتے ہیں؟ جب کہ ہم نسلاً چودہ صدیوں سے ہمارے آباؤ اجداد کلمہ پڑھتے آ رہے ہیں اور ہم اللہ کو مانتے ہیں۔ نبی علیہ السلام کو مانتے ہیں۔ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ اس لیے کہ سُن سُنا کر ہم مانتے تو ہیں دماغ مانتا ہے، دل نہیں مانتا۔ جب دل مانے گا تب بات بنے گی۔ ہم سے نمازیں کیوں چھوٹ جاتی ہیں؟ دنیا کے معمولی کام نہیں چھوٹتے۔ جانور چرانے ہوں تو وہ نہیں چھوٹتے۔ ہل جوتنا ہو تو وہ نہیں چھوٹتا کاروبارِ حیات چھوٹے چھوٹے کام کسی سے ملنا آنا جانا سب ہوتے رہتے ہیں۔ اللہ کی عبادت چھوٹ جاتی ہے۔ اس لیے کہ دل میں اللہ بسا نہیں ہوتا۔ دل نہیں مانتا کہ جب میں مسجد جاتا ہوں تو میں اللہ کے روبرو ہوتا ہوں۔ جب میں سجدہ کرتا ہوں تو وہ میرے سامنے ہوتا ہے۔ جب

میں رکوع کرتا ہوں تو وہ مجھے دیکھ رہا ہوتا ہے۔ جب میں اُسکی تعریف اور ثنا کرتا ہوں تو وہ سن رہا ہوتا ہے جب میں اپنی گزارشات پیش کرتا ہوں تو وہ سن رہا ہوتا ہے۔ دل تب مانے جب دل میں اللہ ہو اور فرمایا:

واذکر ربک فی نفسک۔ اپنے دل میں اللہ کو بسالو اسی طرح بساؤ کہ کانوں کان کسی کو خبر نہ ہو۔ پڑوس ساتھ کھڑے ہوئے بندے کو آواز نہ آئے لیکن تمہارا دل اللہ اللہ کر رہا ہو اور کوئی لمحہ ایسا نہ ہو جب دل پہ غفلت آجائے اور دل جب ذاکر ہو جاتا ہے۔ آپ نے دیکھا بندہ سو جاتا ہے تو کبھی دل دھڑکنا بھولتا ہے؟ ورنہ جو سو جائے دل کی دھڑکن بند ہو جائے تو مر جائے گا۔ بندہ سو رہا ہوتا ہے غافل ہوتا ہے لیکن دل دھڑک رہا ہوتا ہے۔ بندہ بے ہوش ہو جاتا ہے دل دھڑک رہا ہوتا ہے۔ اسی طرح جب وہ اللہ اللہ سیکھ لیتا ہے تو بندہ کام کاج کر رہا ہوتا ہے وہ اللہ اللہ کر رہا ہوتا ہے جب دل ذاکر ہو جائے تو بندہ مر جائے تو اُس کی دھڑکن بند ہو جاتی ہے لیکن اُس سے اللہ کا ذکر بند نہیں ہوتا وہ اللہ اللہ کرتا رہتا ہے جن لوگوں کو اللہ نے دل کی نگاہ دی ہے جو لوگ صاحبِ بصیرت ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ صاف اندھیری رات ہو اور ستاروں بھرا آسمان ہو تو اتنے ستارے آسمان پر نظر نہیں آتے جتنے زمین پر انوارات چپے چپے سے اُٹھ رہے ہوتے ہیں جہاں جہاں ذاکرین دفن ہیں وہ جو سلطان باہو رحمتہ اللہ نے فرمایا تھا۔

کہ نام فقیر تنہا دا باہُو قبر جنہاندی جیوے ہُو

اور قبر نے زندہ ہو کر ہل تو نہیں چلانا' جانور تو نہیں چرانے' کاروبار تو نہیں کرنا' قبر اُنہی کی زندہ ہے جن کی قبر میں بھی تجلیات باری ہیں اور جن کے ذرات خاک میں مل کر بھی اللہ اللہ کر رہے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوری سب سے بڑی مصیبت ہے اور ہماری بدقسمتی یہ

ہے کہ ہم پندرہویں صدی میں ہیں چودہ سو سال بیت گئے پندرہوں صدی میں ہم آگئے پندرہ سو سال بعد یا پندرہویں صدی میں بیٹھ کر وہ دردِ پالنا جس کی دکان چودہ صدیاں پہلے لگائی گئی تھی اتنا آسان کام نہیں ہے پھر یہ از خود ہوتا نہیں ہے۔ جس طرح کوئی بتائے نہیں تو کلمہ نہیں آتا ہے جس طرح کوئی بتائے نہیں تو قرآن کا پتہ نہیں چلتا ہے جس طرح کوئی بتانے والا نہ ہو تو حلال حرام یا مسائل کا پتہ نہیں چلتا ہے اسی طرح کوئی سکھانے والا نہ ہو تو دل ذاکر نہیں ہوتا اور چودھویں صدی تک بڑا عجیب زمانہ رہا۔ چودہ صدیوں تک ہر عالم جو بھی کسی مدرسے سے فارغ ہوتا وہ کسی نہ کسی ولی اللہ کی خدمت میں جاتا اور ذکر قلبی سیکھتا۔ آپ علماء کی سوانح پڑھیئے ہر عالم کے حالات میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ فلاں مدرسے سے انہوں نے تحصیل علم مکمل کی اور فارغ ہونے کے بعد فلاں بزرگ کی خدمت میں دو سال رہے' پانچ سال رہے' وہاں سے خرقہ خلافت حاصل کیا اور پھر میدانِ عمل میں آئے یعنی ایک کیسا عجیب خوبصورت زمانہ تھا کہ جو بندہ مسائل سیکھتا' قرآن سیکھتا' حدیث سیکھتا' پھر وہ دردِ دل بھی خریدتا' اور پھر لوگوں کے پاس آتا پھر اُس کی باتوں میں اثر ہوتا درد ہوتا لوگوں کو جہاں مسائل بتاتا وہاں کیفیات بھی بانٹتا اور لوگوں کی اصلاح ہوتی۔ اب جس زمانے میں ہم آئے ہیں یہ اتنا دور ہو گیا ہے کہ ہمارا آج کا مولوی کہتا ہے ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ بہت چند اللہ کے بندے رہ گئے ہیں جو اس موضوع پر بھی بات کرتے ہیں۔ اب اکثریت اُن کی ہو گئی ہے جو کہتے ہیں اس کی تو ضرورت ہی نہیں ہے اور بعض اس سے بھی آگے بڑھ گئے وہ اس کے خلاف دلیلیں پیش کرتے ہیں۔ کتنی ہماری بدقسمتی کی بات ہے ہم کیسے زمانے میں پھنس گئے کہ کوئی درد عطا نہ کرتا' کوئی ہمارے دل کو ذاکر نہ کرتا لیکن ہمارے ایمان کو تو خراب نہ کرتا۔ ہمیں امیدوار تو رکھتا اس بات کا کہ اللہ میرے دل میں بھی کوئی اللہ اللہ کی

کیفیت بس جائے یہ بھی غنیمت تھا لیکن ہم ایسے دور میں آ پھنسے ہیں کہ جہاں دین کے دعویدار اور عالم ہونے کے مدعی اور پیشوا ہونے کے مدعی منع کرتے ہیں کہ اللہ کی یاد کی ضرورت ہی نہیں ہے جب اللہ کی یاد کی ضرورت ہی نہیں ہے تو باقی کیا بچے گا؟ بندے کو کہہ دیا جائے کہ دل کے دھڑکنے کی ضرورت ہی نہیں ہے تو اُس کے پاس باقی بچے گا کیا؟ اور ضرورت نہیں ہے تو اس کا حکم قرآنِ کریم دے کیوں رہا ہے؟ کتنی دیدہ دلیری ہے کہ قرآن نے ہر جگہ کہا۔ اچھا کہتے ہیں جی نماز کرتے۔ یہ کافی ہے ٹھیک ہے نماز کرے لیکن نماز کے ذکر پر قرآن نے بس نہیں کیا فرمایا:

واذاقضیت الصلوۃ فانتشروا فی الارض وابتغو من فضل اللّٰہ واذکر اللّٰہ کثیراً ○ نماز ختم ہو جائے مکمل ہو جائے جاؤ اپنا کام کاج کرو روزی تلاش کرو لیکن اللہ کا ذکر کرتے رہو۔ قرآن نے نماز پر بس نہیں فرمایا۔ فرمایا نماز ختم ہو جائے جاؤ کام کاج کرو روزی تلاش کرو لیکن واذکر اللّٰہ کثیراً۔ اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو۔ میدان کارزار میں جنگ ہو رہی ہے مقابلہ ہو رہا ہے آگ اور آتش و دہن برس رہا ہے گولے برس رہے ہیں وجودوں کے پرخچے اُڑ رہے ہیں اللہ کریم فرماتا ہے اذا لقیتم فیہ فاثبتو۔ اے ایمان والو! اگر کسی مخالف لشکر سے مقابلہ آ جائے تو جم جاؤ تمہیں بھاگنا زیب نہیں دیتا۔ تمہارے ساتھ اللہ ہے تم کیوں بھاگو گے؟ جم کے لڑو ڈٹ کے لڑو لیکن فرمایا واذکر اللّٰہ۔ ذکر اللہ کرتے رہو۔ جان دے رہا ہے گولی کے سامنے سینہ تانے کھڑا ہے۔ فرمایا اس حال میں بھی اللہ اللہ کرتے رہو۔

موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو حکم دیا دونوں بھائی جاؤ فرعون کے پاس۔ فقولا لہٗ قولا لینا۔ فرعون سے نرمی سے بات کرنا۔ موسیٰ علیہ السلام کا مزاج تیز تھا۔ فرمایا: آپ علیہ السلام ذرہ سخت مزاج ہیں اور دعوت و تبلیغ جو ہوتی ہے وہ سختی سے نہیں ہوتی اگلے کو متاثر کر نہیں ہوتی نرمی سے محبت سے پیار

ہے 'اُس سے بات کرنا اللہ بھی کتنا کریم ہے۔ فرعون خدائی دعویٰ کیے بیٹھا ہے وہ کریم فرماتا ہے تیری باتوں سے بھڑک کر وہ اپنی خدائی پہ قائم نہ رہے آپ علیہ السلام بات نرمی سے کیجئے گا پھر بھی اگر وہ اُس طرف رہنا چاہتا ہے تو اُس کی اپنی پسند لیکن ساتھ حکم دیا۔ ولا تسنیا فی ذکری۔ میرے ذکر میں کوتاہی یا غفلت نہ آئے ذکر کرتے رہو۔ حالانکہ نبی کا وجود ذاکر ہوتا ہے۔ نبی کا ہر رگ و ریشہ ذاکر ہوتا ہے۔ فرمایا ذاکر تو ہے لیکن تمہاری توجہ* فرعون کی طرف زیادہ اور ذکر کی طرف کم نہ ہو۔ پھر کون ہے؟ جو کہتا ہے مجھے ضرورت نہیں ہے۔

میرے بھائی! ذِکرِ الٰہی کے بغیر نہ اسلام کی صحیح سمجھ آتی ہے نہ اس پر عمل کرنے کو جی چاہتا ہے بلکہ اب تو ایسا دور آگیا ہے؟ ایسا زمانہ آگیا آپ نے دیکھا بیمار معمولی سی دوا سے صحت مند ہو جاتا ہے لیکن کبھی زیادہ بیمار ہوتا ہے اُسے اچھی دوائیں دی جاتی ہیں بڑی دیر بعد جا کر صحت مند ہوتا ہے۔ ایک درجہ بیماری کا ایسا بھی آتا ہے کہ دنیا کی ساری دوائیں ناکام ہو جاتی ہیں اور وہ مر جاتا ہے۔ یہ ذکر قلبی بھی دوا ہے جس دور میں ہم ہیں یہ ایسا بدبختی کا دور ہے کہ لوگ بیس بیس سال ذکر کرتے رہتے ہیں پھر بھی مَر جاتے ہیں۔ گمراہ ہو جاتے ہیں۔ مرض بڑھ گیا ہے اور یہ کس وجہ سے ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زمانہ بہت دور ہو گیا ہے۔ آپ جوں جوں دُور ہوتے جائیں گے' تُوں تُوں روشنیاں کم ہوتی جائیں گی تاریکیاں بڑھتی جائیں گی۔

ایک نانبائی تھا روٹیاں پکا کر بیچا کرتا تھا۔ جو بچ جاتیں وہ دوسرے دن تازہ روٹی سے دوگنی قیمت پر بیچتا۔ تازہ روٹی چار آنے کی اور جو کل کی بچی وہ کہتا آٹھ آنے کی بیچوں گا۔ کسی نے پوچھا میرے بھائی تمہارا فلسفہ اُلٹا ہے۔ مہنگی تو تازہ روٹی ہونی چاہیئے۔ اُس نے کہا یہ تازہ جو ہے یہ اُس کی نسبت محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے

ایک دن اور پیچھے ہے۔ وہ اس سے ایک دن آگے ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے اُس کی قیمت زیادہ ہے۔ خریدنی ہے خریدو نہیں خریدنی نہ خریدو۔ اب جبکہ ہم باسی روٹی کھانا شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اُس کا اندازہ یہ تھا کہ جو کل بنی تھی اسے ایک دن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرب نصیب تھا لیکن یہ تو اُن لوگوں کی بات ہے جن کے دل میں اللہ بس گیا ہو اور جن کے دل کو یقین آگیا کہ اللہ ہے آنکھ دیکھے نہ دیکھے دل خود دیکھ لیتا ہے۔ آنکھ مانے نہ مانے دل خود مان لیتا ہے اور جب دل مانتا ہے تو پھر بدن کے ہر حصے کو ماننا پڑ جاتا ہے۔ کھال گوشت ہڈی رگ و ریشہ ہر چیز مان لیتی ہے اور یہ اللہ کا انعام ہے جس طرح ہر جگہ حکیم نہیں ملتے ہر جگہ طبیب نہیں ملتے کہ مرض کو سمجھ لیں اور اُس کا علاج کریں۔ لوگ کیوں بھاگتے ہیں؟ کتنے ڈاکٹر نور پور بیٹھے ہیں؟ کتنے میانی بیٹھے ہیں؟ کتنے کلر کہار بیٹھے ہیں؟ کتنے چکوال بیٹھے ہیں؟ ہم اپنا مریض لے کر پنڈی یا لاہور کیوں چلے جاتے ہیں؟ ہم چاہتے ہیں کہ کوئی ایسا ڈاکٹر ہو کامل فاضل سیانا سمجھ دار جو اُس کے مرض کو بھی جانچ لے۔ صحیح دوائی دے اور اسے صحت مل جائے۔ یہاں مفت دیکھنے والے بیٹھے ہیں ہم وہاں پانچ پانچ سو روپے فیس دے کر انتظار میں قطار میں جا کر لگ جاتے ہیں۔ اس لیے کہ اعتبار ہوتا ہے کہ یہاں سے زیادہ فائدہ ہو گا۔

اسی طرح کبھی کوئی دل کا طبیب بھی تلاش کرو جو ملتے ہی نہیں' دنیا میں سب سے کمیاب اس وقت دلوں کے طبیب ہیں۔ کوئی ایسا بندہ مل جائے جو ہمارے دل کو بھی اللہ اللہ سکھا دے۔ کوئی ایسا بندہ مل جائے کہ اللہ کا نام ہمارے دل میں بھی بسا دے۔ کوئی اللہ کا ایسا بندہ مل جائے جو ہمارے دل کو بھی یقین دلا دے کہ اللہ ہے یہ اللہ کا جمال ہے۔ یہ اُس کا کرم ہے۔ یہ اُس کی عطا ہے تو بات بن جائے کیسا زمانہ تھا کہ جنہیں نہیں ملا انہوں نے عمریں لگا دیں تلاش کرتے رہے اور ہم جن پر اللہ کا یہ

احسان ہے کہ ہم محمد رسول اللہ ﷺ کے اُمتی ہیں جن کی نبوت ہمیشہ کیلئے اور جن کا سورج ہمیشہ چمکتا رہے گا جس کی روشنی ہمیشہ رہے گی۔ قیامت تک علمائے حق بھی رہیں گے۔ محدثین بھی رہیں گے۔ فقہا بھی، مفسرین بھی رہیں گے اور اللہ اللہ کرنے والے بھی رہیں گے۔ حتی کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ قیامت کب قائم ہو گی؟ فرمایا حتیٰ لا یقال اللّٰہ اللّٰہ۔ جس دن اللہ اللہ کرنے والا کوئی نہ رہا۔ قیامت قائم ہو جائے گی۔ ہمیں یوں نہیں ملتے شاید ہمیں اس کی عظمت کا احساس نہیں ہے ہمیں کوئی بتاتا نہیں ہے۔ مسجد میں جاؤ تو غزلیں، نعتیں پڑھتے رہتے ہیں شعروشاعری ہوتی رہتی ہے یا ایک دوسرے سے لڑانے کا پروگرام ہوتا ہے یا جنم کی وعید ہوتی ہے۔ وہ بھی دوزخی، وہ بھی دوزخی، اُس کو مار دو اُس کو پکڑلو۔ کوئی درددل کی بات بتاتا نہیں ہے کوئی دل کی حکایت سناتا نہیں ہے۔ کوئی اس موضوع پہ بات ہی نہیں کرتا اور شاید ہم بھی ایسے بد نصیب ہیں کہ ہم بھی تلاش نہیں کرتے کہ کوئی کسی کونے میں کہیں دل کی بات بھی ہوتی تو ہو گی۔ اللہ کریم ہمیں یہ طلب بھی دے۔ ایسے لوگوں کی مجلس وصحبت بھی دے اور ہمارے دلوں کو اپنے نام اپنی یاد سے روشن کر دے۔ آمین ثم آمین۔

کیا تصوف وطریقہ ذکر سنّت سے ثابت ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ تصوف کو بدعت کہنا دین کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے اور اس کے ساتھ اگر آدمی بر خود غلط بھی ہو تو اس سے بھی بڑی بڑی ٹھوکریں کھا سکتا ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کسی دستور کی عبارت میں تمام جزئیات کا بیان نہیں ہوتا بلکہ صرف اصول وکلیات بیان ہوتے ہیں۔ اسلام کا دستور قرآن ہے اس میں دین کے تمام اصول وکلیات موجود ہیں۔ ان اصول وکلیات کی عملی تعبیرات اسوہ نبوی میں موجود ہیں۔

اصول وکلیات مقاصد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان ذرائع و وسائل کو ڈھونڈ نکالنا جو مقاصد کے حصول میں ممد ثابت ہوں اور انہیں ذرائع سمجھ کر ہی اختیار کیا جائے دین کے خلاف کیونکر ہوسکتا ہے۔ ہاں یہ وسائل اس صورت میں بدعت ہوں گے جب جزو دین یا اصلی دین سمجھا جائے ورنہ یہ وسائل مقاصد کے حکم میں ہونگے کیونکہ ذرائع اور وسائل مقصد کا موقوف علیہ ہیں مثلاً قرآن مجید میں حکم ہوا یاایها الرسول بلغ ما انزل الیک یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بلغو عنی ولو ایه یہ حکم دیا گیا کہ تبلیغ کرو۔ پس تبلیغ کرنا مقصد ٹھہرا ذریعہ کی تعین نہیں کی۔ زبان سے ہو تحریر سے ہو عمل سے ہو منبر پر چڑھ کر ہو کرسی پر بیٹھ کر ہو مسجد میں ہوا میدان میں ہو گاڑی میں بیٹھ کر ہو موٹر میں ہو تقریر میں لاؤڈ اسپیکر استعمال کیا جائے یہ تمام ذرائع ہیں اور چونکہ یہ ذرائع اشاعت دین کے لئے ہیں لہذا یہ مقدمہ دین ہے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اذکرو اللہ ذکرا کثیرا اب یہ کہ تنہا ذکر

کریں حلقہ میں بیٹھ کر کریں یا لیٹے ہوئے کریں۔انگلیوں پر گن کر کریں یا تسبیح کے ذریعہ کریں ۔تمام وسائل و ذرائع ہیں اور ذکر الٰہی مقصد ہے۔ان ذرائع کو بدعت کہنا حصول مقصد میں رکاوٹ پیدا کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔

میں تصور شیخ کا حامی نہیں اور ہمارے سلسلہ میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔وظائف لسانی میں ہمارے ہاں سب سے بڑا وظیفہ تلاوت قرآن مجید ہے۔پھر استغفار اور درود شریف ۔حلقہ ذکر میں صرف اللہ ھو کا ذکر کرایا جاتا ہے۔یا ہر مقام میں آیات قرآنی کا وظیفہ بتایا جاتا ہے۔م سیر کعبہ میں لبیک کا وظیفہ اور فنا فی الرسول میں درود شریف۔باقی تمام منازل سلوک میں سوائے اسم اللہ کے کوئی دوسرا ذکر نہیں بتایا جاتا۔

رفقاء کو جمع کر کے توجہ کرنا سانس کے ذریعے ذکر کرنا وغیرہ مقصود نہیں سمجھتا بلکہ وسیلہ اور مقدمہ مقصود کا سمجھتا ہوں۔نہ خود حلقہ بنانا دین ہے نہ توجہ کرنا ہی دین ہے نہ صرف ناک سے سانس لینا ہی دین ہے ہاں یہ مقدمات دین ہیں۔ہمارے سلسلہ میں ان اوراد و وظائف کی قطعا کوئی گنجائش نہیں جو سنت سے ثابت نہ ہوں۔ہمارے اختیار کردہ وظائف و معمولات میں سے اگر کسی چیز پر بدعت کا اطلاق ہوتا ہو تو ثبوت پیش کیجئے۔کتاب و سنت کی واضع تعلیمات ہمارے سامنے ہیں۔انہیں کو مشعل راہ و مصدر ہدایت اور معیار ہدایت سمجھتے ہیں اور بس

(دلائل السلوک حضرت مولانا اللہ یار خانؒ)